Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

افسانے ”THU NEK LIS“ کے مختلف اردو تراجم کا موازنہ

(موپساں کی حقیقت پسندی کے تناظر میں)

Comparison of different Urdu Translations of the short story "The Necklace" in the context of Maupassant realism

*Sidra Tahir

**Dr. Zafar Ahmed

Abstract:

The study of world classic literature is not only necessary for intellectual expansion at the literary level, but also it is important for the development of a nation's intellect. It broadens the vision; but the language of one region is different from other that's why translation is used for this purpose. Basically, translated text is not a creation but it is an art to picking up the point of creator and to transfer it to a target language from source language. Hence the role of translator is very clear. This article focuses on comparing of Urdu translations of the short story "The necklace" written by Maupassant. This comparison is made in the context of the realism of Maupassant. Which shows the importance of translation from the original language.

Keywords: *World classic. Irony. Tragedy. Diamond set. Necklaces. Realism. Social problems. Maupassant. Manto. Comparing and contrasting. Source language. Target language*

دیگر زبانوں کے سرمایہ ادب علمی مشاہدات و تخلیقات کا مطالعہ کسی بھی میدان میں ترقی کے لیے ضروری ہے اور یہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا ضروری بذات خود کسی ملک و قوم کی ترقی دنیا پر ابھرنے کے لیے ضروری ہو۔ اس کا انحصار دنیا سے جڑے رہنے میل ملاپ میں پوشیدہ ہے۔ ترقی کی اس راہ میں حائل مشکلات میں سب سے بڑی مشکل خطہ ارض کی زبانوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا ہے۔ جہاں ٹیکنالوجی کی ترقی نے پوری دنیا کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا وہیں بولیاں اور زبانیں جدا جدا ہونے کی وجہ سے ابلاغ میں تشنگی رہ جاتی ہے ۔ مختلف اقوام اور ایک زبان بولنے والے دوسرے کی زبان سے نابلد ہیں لیکن اس مشکل کا حل دوسری زبانیں سیکھنے اور سمجھنے کی صورت میں موجود ہے۔ مگر یہ بھی ایک مشکل امر ہے کیونکہ ہر فرد کے لیے ایک نئی زبان سیکھنا مشکل ہے اور اگر ایک سے دوسری زبان سیکھ بھی لی جائے تو دنیا میں بولی جانے والی ہر زبان پر انسان قدرت حاصل نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ اس مشکل کے پیش نظر تراجم سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

---

*Scholar PHD Urdu, NUML Islamabad

**Assistant Professor, NUML Islamabad

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہاں ترجمے کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔تراجم کی اہمیت مسلم ہے۔اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے بہت سے مضامین، کتب، تبصرے، تجزیے وغیرہ موجود ہیں۔ترجمہ کیوں کہ تخلیق نہیں ہوتی لیکن یہ کسی دوسرے کے خیال کی امانت ضرور ہوتا ہے جس کا مقصد ہو بہو وہ بات اور اس بات کا مفہوم دوسرے تک منتقل کرنا ترجمے کا فریضہ ہے۔ترجمہ بنیادی طور پر آئینے کا کام کرتا ہے جو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقلی کے لیے عمل میں آتا ہے۔کسی بھی تحریر کے درست ترجمے کا اندازہ مختلف طریقوں سے لگایا جاسکتا ہے۔مثال کے طور پر مترجم کی دوسری زبان پر کس حد تک گرفت ہے وہ اس پس منظر ثقافت اور ماحول کو کس حد تک سمجھتا ہے یا پھر اس کے تعین کا ایک طریقہ تراجم کے موازنے کی صورت میں ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہاں فرانسیسی ادیب "موپساں" جس کی تحریریں زیادہ تر حقیقت پسندانہ مختصر کہانیوں پر مشتمل ہیں کا مطالعہ پیش کریں گے۔یہ ایسی شہرہ آفاق کہانیاں ہیں کہ ان کا شمار عالمی ادب کی تحریروں میں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ موپساں کی ان کہانیوں کا اب تک کئی ایک بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ باقاعدہ نصاب کا حصہ بھی ہیں۔لیکن ان کے تراجم کی بات کی جائے تو یہ ترجمہ در ترجمہ ہیں۔مترجم "طاہر منصور فاروقی" انتخاب و ترجمہ "موپساں کے بے مثال افسانے" جس میں موپساں کے افسانوں کا ترجمہ کیا گیا ہے۔اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

"موپساں کی تحریروں کا ترجمہ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں ہوا ہے۔اردو میں سب سے پہلے موپساں کے افسانوں کا ترجمہ سحر فرانس کے نام سے قریشی صاحب نے کیا یہ ترجمہ مولانا صلاح الدین کے پرچے ادبی دنیا میں شائع ہوتا رہا اور پھر کتابی صورت میں منظر عام پر آیا۔دوسرے مترجم ڈاکٹر صادق ندیم اور تیسرے مترجم ڈاکٹر مرتضےٰ عادل تھے لیکن ان تینوں حضرات نے دار ترجمہ کا کام کیا یعنی موپساں کے انگریزی ترجمہ کو اردو قالب میں ڈھالا۔"(۱)

جب بھی کوئی ادب تخلیق ہوا یا کسی بھی مصنف نے کچھ تحریر کیا تو اس بات سے بے خبر ہو کر لکھا کہ اس کی تحریر کو کیا مقام اور مرتبہ ملے گا۔ اسی طرح موپساں نے اپنی آفاقیت سے بے خبر غم دوراں کے باوجود ایسی کہانیاں تخلیق کیں جن کی بدولت وہ ادبی دنیا میں ایک حقیقت پسند نمائندہ افسانہ نگار کے طور پر ابھرا۔حقیقت پر مبنی تحریر وہی ہوتی ہے جو مصنف کے مشاہدے میں ہو۔کسی بھی مصنف کی تحریر کو سمجھنے کے لیے اس کے تخلیق کار کی سوانح حیات کو جان لینا اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ چاہے کوئی بھی کسی قسم کی تحریر ہو اپنے خالق کی شخصیت کی عکاس ہوتی ہے۔یا کچھ نہ کچھ پس منظر میں چھپے عوامل کا تعلق کہانی کے مصنف سے ضرور ہوتا ہے۔کوئی بھی تخلیق مصنف کا مشاہدہ ہوتی ہے۔موپساں کی حالات زندگی کے مطالعے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ موپساں نے بھی جو کچھ دیکھا جو اس کے ساتھ پیش آیا اس کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔موپساں کے ہاں تمام کردار حقیقی پائے جاتے ہیں۔اس کی تحریروں کا جائزہ لیا جائے تو کہیں بھی مافوق الفطرت کرداروں کی کارفرمائی نظر نہیں آتی۔کرداروں کے ساتھ ساتھ واقعات بھی اپنے ارد گرد موجود حالات سے لیے گئے ہیں۔موپساں کے کرداروں کے متعلق طاہر منصور فاروقی "موپساں کے بے مثال افسانے" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"اس نے کبھی کوئی دیومالائی کردار تخلیق نہ کیا۔ اپنے ارد گرد چلتے پھرتے، زندہ انسانوں اور ان کے مسائل کو اپنا موضوع بنایا اس کا شمار دنیا کے عظیم افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔" (۲)

موپساں زمانے کے ایسے کردار تخلیق کرتا ہوا نظر آتا ہے جو معاشرتی مسائل کے بیان میں معاون ہیں۔ موپساں کے موضوعات نادر ہیں اردو ادب پر بھی موپساں کے افسانوں نے گہرے اثرات مرتب کیے یہی وجہ کہ موپساں کی ادبی تحریروں کے اثرات برائے راست منٹو کے افسانوں پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ منٹو موپساں کی تحریروں سے بہت حد تک متاثر تھا۔ اگر ان دونوں کے حالات زندگی اور فکر و فن کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنے میں قباحت نہیں کہ ان جیسے افسانہ نگار ہمارے سامنے نہیں آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ادیبوں نے اپنے گرد و پیش ہونے والے واقعات سے شعوری اور لاشعوری طور پر متاثر ہو کر اپنے فکر و فن کی گہرائی اور نفسیاتی کیفیات سے اس طرح افسانے کی ساخت تیار کی جو متاثر کن ہے۔ ان کے ہر موضوع، مواد، کردار، واقعات، احساسات، اور جذبات میں انفرادیت کا پرتو جھلکتا ہے۔ موپساں نے زندگی کی تلخ حقیقتوں کے ساتھ ساتھ جنس پر بھی قلم اٹھایا۔ موپساں نے اپنی معاشی بدحالی کی وجہ سے بہت سے افسانے لکھے اور ان کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی کسی بھی تحریر میں فکری اور فنی سطح پر لغزشیں نہیں پائی جاتیں۔ مگر حقیقت نگاری کی آخری حدود تک لکھنے کی وجہ سے بعض نقادوں کے مطابق اس نے حقیقت نگاری کو تباہ کر دیا ہے۔ ''منٹو اور فرانسیسی ادب'' میں موپساں کی حقیقت نگاری پر لکھا ہے:

"اس نے اپنی تحریروں میں NATURALISM کو تباہ کر دیا ہے۔ اس لیے کے وہ اسے حقیقت نگاری کی آخری حد تک لے جاتا ہے۔" (۳)

موپساں کے افسانوں کا اندازِ بیاں نمایاں اور شفاف ہے۔ ان کی کہانیوں میں انسان کی زندگی کو ایسے بیان کیا گیا ہے جیسے کسی بھی عام انسان یا اس سے جڑے کسی فرد کی زندگی میں وہ سب کچھ ہوتا ہے مگر وہ اسے سمجھنے اور بیان کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس کے مشاہدے اور نتائج بعض اوقات ناگوار اس لیے لگتے ہیں کہ جو اس نے دیکھا بیان کر دیا اور معاشرے میں ایسی ناگوار صورتوں کو پیش کرنا زیادہ دقت طلب کام ہے اس نے اپنی تحریروں کے ذریعے اپنے عہد معاشرے اور ماحول کی برائیاں یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ چھپے ہوئے پہلو اجاگر کیے ہیں۔ قلمی نام گائی ڈی ہنری موپساں شاعر اور افسانہ نگار کا بچپن دیہاتی ماحول میں گزرا۔ جنگل، دریا، اور خوبصورت فطری نظاروں میں اس نے زیادہ وقت گزارہ۔ سمندری سفر کا شوقین تھا اور کشتی رانی اس کا مشغلہ تھا۔ اس کی زندگی نہایت مختصر ہے زندگی کے صرف ۴۲ سال ہیں۔ مگر مختصر کہانی اور افسانے کا امام کہلایا۔ موپساں تیس برس کا تھا جب ادبی منظر نامہ پر ابھرا اور اس کے اگلے دس سال تک کا ادبی اثاثہ وسیع ہے۔ اس کے بہترین افسانے جو حقیقت نگاری اور فطرت پسندی کے غماز ہیں۔ ان میں: ہار، خوشی، معذرت، ایک بوڑھا آدمی، بزدل شیطان، کرسیاں بنانے والی، یتیم وغیرہ شامل ہیں۔ یہ ایسے افسانے ہیں جو افسانوی ادب میں گراں قدر حیثیت رکھتے ہیں۔ موپساں کو جدید افسانے کا بابا آدم کہا جاتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں حقیقت پسندی اور جدید رجحانات کا امام بھی کہا جا سکتا ہے۔ بقول احمد عقیل روبی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"موپساں کے ہاں انسانی زندگی کے باطنی نظام کا پورا نقشہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ ریاکاری سے کام نہیں لیتا جو دیکھتا ہے لکھ دیتا ہے۔ وہ یونانی ڈرامانگار کی طرح سوسائٹی میں نظر آنے والی چیزوں کا مصور تھا تصویر اچھی بنے یا بری وہ ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ میں جو سوسائٹی میں دیکھتا ہوں۔ جو مجھے نظر آتا ہے وہی لکھتا ہوں۔ "(۴)

موپساں کو جدید افسانے میں حقیقت نگاری اور فطرت پسندی کے بانیوں میں شمار کیا گیا یہ سب فلا ئبر کی صحبت اور تربیت کا نتیجہ تھا۔ طاہر منصور فاروقی لکھتے ہیں کہ:

نوجوان موپساں کا ہاتھ معروف فرانسیسی ادیب فلا ئبر کے ہاتھ میں دے کر موپساں کی ماں نے کہا تھا۔" لے فلا ئبر آج سے تیرا ہے اسے لکھنا سکھادے" اور پھر فلا ئبر نے موپساں کو دنیا کا ایک بڑا قلم کار بنادیا۔ بتایا جاتا ہے کہ لکھنے اور افسانہ سازی کے میدان میں فلا ئبر نے موپساں کو عملی اور فکری تربیت دی۔(۵)

دنیا بھر میں کہانی کہنے کے فن پر بات کی جاتی ہے۔ اس کے رموز بیان کیے جاتے ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اسے بیان کرنے کے اطوار تبدیل ہوتے گئے۔ اردو زبان میں مختصر کہانی لکھنے کے فن کو افسانہ نویسی کا نام دیا گیا۔ اس کی روایت بھی مغرب سے مستعار لی گئی۔ 17 ویں صدی کے اختتام پر مغرب میں انگریزی زبان میں افسانہ نگاری کی بنیاد رکھی گئی۔ اردو ادب میں ان کے تراجم سے استفادہ کیا گیا۔ اردو تراجم کے سلسلہ میں "سلیم صدیقی کی تین جلدوں پر مشتمل کتاب "عالمی ادب کے شاہکار افسانے" کے نام سے اہمیت کی حامل ہے۔ اب تک جتنے بھی تراجم کیے گئے وہ سادہ اور عام زبان میں تھے۔ لیکن سلیم صدیقی کے معیاری ہونے کی وجہ مترجم کا زرخیز ادبی پس منظر ہے۔ افسانے کی دنیا میں کیونکہ موپساں اہم نام رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقالے میں اس کے افسانے "La Parure"/ "THU NEK LIS" جو کہ فرانسیسی زبان میں تحریر گیا اس افسانے کا انگریزی میں "The Necklace" اور "The Diamond Set" کے نام سے ترجمہ ہوا ہے۔ اردو ادب میں بھی موپساں کے تراجم سے استفادہ کیا گیا اور بعض مترجمین نے انگریزی تراجم کی روشنی میں ان افسانوں کے ترجمے کیے۔ اس افسانے کے اردو میں کیے گئے تراجم میں سے چند درج ذیل ہیں جن میں پاکستانی اور ہندوستانی مترجمین کے تراجم شامل ہیں۔

۱۔ "ہار" مترجم چندر بھوشن سنگھ

۲۔ "نقلی ہیرے مترجم "ڈاکٹر مرتضیٰ عادل

۳۔ "زیورات" مترجم ڈاکٹر طاہر منصور فاروقی

۴۔ ہیروں کا سیٹ مترجم شوکت نواز نیازی

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس افسانے کے مختلف تراجم عملی طور پر نہ صرف ترجمے کے فن کو مد نظر رکھتے ہوئے جائزہ لینے میں معاون ثابت ہوں گے بلکہ تراجم کا موازنہ کرتے ہوئے تراجم کی اہمیت ان کے اصول و قواعد کی روشنی میں وضح ہو سکے گی۔ اس افسانے کی اہمیت کا اندازہ شہناز کوثر کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے وہ لکھتی ہیں:

"موپساں کا دوسرا شاہکار افسانہ. "مے کولکے" Neckless تھا جو ۱۸۸۴ میں شائع ہوا اور اس قدر مقبول ہوا کہ موپساں کی ساری شہرت اس ایک افسانے نے سمیٹ لی اور اس بے پناہ شہرت کا موپساں کو از حد نقصان ہوا۔ وہ اس طرح کہ جب بھی موپساں کا بطور افسانہ نگار ذکر کیا جاتا تو یہی ایک افسانہ زیر بحث لایا جاتا۔ دوسرا یہ کہ اس دور کے ناقدین نے یہ تصور کر لیا تھا کہ چونکہ اس افسانے کو عوامی سطح پر پسند کیا گیا، اس لیے موپساں محض ادنی درجے کے قارئین کا افسانہ نگار ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس افسانے میں کئی باتیں ایسی ہیں جو قرین قیاس نہیں لیکن اسے اتنی ہنر مندی سے بنایا گیا ہے کہ حقیقت نگاری کے وہ پہلو جو اس کہانی میں دبتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں چھپ گئے ہیں ۔پوری دنیا کے پڑھنے والوں میں اس افسانے کا چونکا دینے والا انداز پسند کیا گیا ہے۔"[۶]

موپساں کے اس افسانے کی اہمیت اور مقبولیت کے متعلق ڈاکٹر شہناز کوثر کا یہ بیان اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن اس افسانے کی اہمیت اس وقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے جب ایک ہی افسانے کے تراجم مختلف مترجمین کی وساطت سے منظر عام پر آتے ہیں۔ کہانی کا مرکزی عمل اس ایک ہار سے شروع ہوتا ہے جو مٹلڈا لوزل نامی ایک خاتون کردار نے اپنی ایک دوست سے ایک پارٹی کے لیے مستعار لیا۔ وہ پیرس میں کام کرنے والے ایک نچلے طبقہ سے تعلق رکھنے والے کلرک کی بیوی تھی اور اس سے اس کی دوست کا یہ ہار پارٹی سے واپس آتے ہوئے گم ہو گیا۔

کہانی کا موضوع یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں کچھ معمولی واقعات المناک طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ یہ اثرات اس کہانی میں ہار کے کھوئے جانے کی طرح کے ہو سکتے ہیں۔ طوفان، سیلاب، وبائیں اور حادثات وغیرہ جیسے دوسرے کئی واقعات ایسے ہیں جو قدرتی طور پر انسان کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کے کبھی کبھار خوشگوار اتفاقاً ہونے والے واقعات ہمارے لیے موافق ہوں ۔ جیسے کسی بڑی انعامی سکیم سے انعام جیتنا یا کاروبار وغیرہ میں ایک بڑے منافع کا حصول وغیرہ قسمت یا مقدر کے کھیل اور یہ انسان کے اس روشن دن کی ایک جھوٹی امید بھر آنے کے مترادف ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان ساری زندگی انہیں امیدوں کے سہارے بسر کر دیتا ہے۔ اسی انتظار میں غریب مٹلڈا نے بھی ایک پارٹی کے لیے ہار مستعار لیا جہاں وہ اس سے کھو گیا۔ یہ ایک نقلی ہار تھا۔ لیکن مٹلڈا نے سمجھا کہ یہ ہیرے سے تیار کردہ قیمتی ہار ہے۔ جس کے لیے لوزل نے بھاری رقمیں ادھار لیں اور ویسا ایک اصلی ہار خرید امٹلڈا نے یہ ہار میڈم فورسٹر کو واپس کر دیا۔ لوزل اور مٹلڈا نے قرض چکانے کے لیے دس سال تک سخت محنت کی اور اپنا حسن جوانی سب کھو دیا۔ اس کے بعد مٹلڈا کی سہیلی میڈم فورسٹر سے پارک میں اتفاقاً ملاقات ہو گئی جس میں میڈم فورسٹر نے مٹلڈا کو بتایا کہ اس کا ہار نقلی اور قیمتی نہ تھا۔ مٹلڈا کو یہ سن کر بہت دھچکا لگا۔ لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ خاوند اور بیوی اپنا شباب زائل کر چکے تھے۔ یہ ایسی

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ستم ظریفیاں ہماری زندگی کے کچھ حصے تشکیل دیتی ہیں یہ قسمت کی ستم ظریفی پر مبنی ہے جو زندگی کی آخری سچائی کے مترادف ہے۔ اکثر ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ ہماری خوشی کا ستارہ کب ناکامیوں کے بادلوں کے پیچھے گم ہو جائے۔ پھر ہم بہت سالوں کے لیے تاریکی اور غم میں چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

قسمت کے خلاف کوئی دفاع کارگر نہیں ہوتا اور کبھی کبھی یہ صورت حال ہمارے غلط فیصلوں کا نتیجہ ہوتی ہے جو زندگی کا ہر لمحہ دکھ اور تکالیف سے بھر دیتی ہے۔ اسی طرح سے اس کہانی میں شوہر اور بیوی کے ساتھ ہوا ان کے حالات خراب ہوگئے۔ مٹلڈا اپنا حسن گنوا بیٹھی۔ لوزل تھکا ماندہ ارادے میں کمزور اور اپنی عمر سے بوڑھا لگنے لگا۔ یہ گم شدہ ہار کی قیمت چکانے کی ایک عشرہ تک زائد کمائی کے محنتوں کا نتیجہ تھا۔ لیکن گم شدہ ہار ادھار دینے والی میڈم فورسٹر اب بھی اپنی جوانی کی قوت میں تھی۔ اس ظلم جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ یہ بات سب کی آنکھوں میں آنسو لا سکتی ہے۔ اس کہانی کی تکنیک میں واقعی ہار گم ہو جانے کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی ہے۔ جو کہ ان غریب کرداروں کی زندگیوں پر اس کے ممکنہ اثرات سے ہے۔ صورت حال کی ستم ظریفی بالکل آخر میں دہشت لیے عیاں ہوتی ہے۔ موپساں کے افسانوں کا اختتام اسی طرح کی ستم ظریفیوں پر ہوتا ہے اس حوالے سے شوکت نواز نیازی موپساں کے انتخاب اور ترجمہ افسانوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ موپساں کو پڑھنے کے بعد کسی بھی قاری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جائے گی البتہ اس بات کے امکانات ضرور ہیں کہ قاری اس کتاب یا اس میں شامل کسی بھی کہانی کو پڑھنے کے بعد زندگی کی ستم ظریفی اور انسانی کمزوری پر ایک نئے انداز میں نظر ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔"(۷)

انسانی ذہن تجربات سے متاثر ہوتا ہے۔ اور کسی نہ کسی صورت میں اس پر رد عمل بھی کرتا ہے۔ پر ہر تجربہ اپنا نشان چھوڑ جاتا ہے۔ ادیب ان ہی تجربات کی مدد سے اپنی تخلیق پیش کرتا ہے۔ تجربات کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ اس میں دیدہ و نادیدہ اشیاء شامل ہیں ان کی مدد سے کوئی تصویر ڈھالنے کے لیے لازم ہے کہ دوسری زبان میں ہی ترجمہ نہیں کرنا ہوتا بلکہ ایک تہذیب کا ترجمہ ہوتا ہے۔ موپساں کے افسانے کا ترجمہ ادبی ترجمہ کے زمرے میں آتا ہے۔ ترجمہ چونکہ اصل کی نقل ہوتا ہے۔ اسی لیے اس میں اصلیت کی تمام خصوصیات ابھر کر سامنے آنی چاہئیں۔

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ "فنِ ترجمہ کے اصول و مباحث میں ادبی ترجمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

ادبی ترجمے کے لیے ادبیت کا حامل ہونا ضروری ہے۔ مصنف کی بات کو اسی طرح بیان کیا جائے کہ اس کی اصلی حیثیت مسخ نہ ہو اور ترجمہ بھی با محاورہ اسلوب کے ساتھ ہو جائے۔ یوں ادبی ترجمے میں مترجم اپنے خیال، اپنے وجود، اپنے جذبے اپنی انا پیشگی اور اپنے قلم کو اصلی مصنف کے تابع کر دیتا ہے۔ سو باتوں کی ایک بات کہ ادبی ترجمے کے لیے ادبیت اور ادب پسندی کا حامل ہونا ضروری ہے۔(۸)

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اگر دونوں تراجم کا موازنہ کیا جائے تو ان میں سب سے پہلا فرق جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ کہانی کا عنوان ہے۔ انگریزی میں کہانی کا عنوان THE NECKLACE جبکہ اردو میں کہانی کا عنوان نقلی ہیرے، زیورات اور ہیروں کا سیٹ رکھا گیا ہے۔

THE NECKLACE عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہانی کسی ہار کے بارے میں ہے۔ اور کہانی پڑھنے کے بعد آخر میں پتا چلتا ہے کہ وہ ہار جس کے لیے حسین و جوان خوبصورت لڑکی نے اپنی جوانی کھو دی وہ ایک نقلی ہار تھا۔ اور اس میں نقلی ہیرے تھے۔ لیکن جب اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مرتضٰی عادل نے کہانی کا عنوان ہی نقلی ہیرے منتخب کیا تو اس کی کہانی میں SUSPENCE کا عنصر غائب ہو جاتا ہے۔ جو کسی بھی کہانی کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کہانی کے عنوان سے ہی قاری آگاہ ہو جاتا ہے کہ جس ہار کی بات کی جا رہی ہے وہ دراصل نقلی تھا۔ یوں دنیا بھر میں اس کو جس چونکا دینے والے انداز کی وجہ سے پسند کیا جاتا ہے وہ عنصر ختم ہو جاتا ہے۔

اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے اردو مترجم نے اس کہانی کو مختلف زاویہ ء نگاہ سے دکھایا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق آخر سے کہانی کو تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن اس تبدیلی سے کہانی کی اصل روح ختم ہو گئی۔ اصل کہانی ایک المیہ ہے کہ کیسے ایک خوبصورت اور حسین دوشیزہ نے اپنی دوست کا وہ ہار جو اس سے کھو گیا تھا اس کے لیے اپنی جوانی داؤ پر لگا دی اور آخر میں یہ ایک المیہ بن جاتا ہے۔

نقلی ہیرے میں کہانی کو اس قدر تبدیل کر دیا گیا ہے کہ کچھ لمحات کے لیے قاری ایسا محسوس کرتا ہے کہ یہ اس کہانی کا ترجمہ نہیں بلکہ اس کہانی کی تقلید میں لکھی گئی کوئی اور کہانی ہے۔ اور یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ متن ترجمہ شدہ ہے یا تخلیق کردہ۔

یہ ترجمہ مرزا حامد بیگ کی ترجمے کی تعریف کی نفی کرتا ہے۔

ایک برتن سے دوسرے برتن میں انڈیلنا یا ایک پرانی شراب کو نئی بوتل فراہم کرنا[۹]

اس ترجمے میں چونکہ ساری کہانی ہی تبدیل کر دی گئی ہے۔ جبکہ ادبی ترجمہ کی خصوصیت ہے کہ ترجمہ ایسے کیا جائے کہ مصنف کا اصل خیال مجروح نہ ہو اس میں کچھ اشتراکات ایسے پائے جاتے ہیں کہ جن کی بدولت یہ THE NECKLACE کا ترجمہ ہے۔ اشتراکات میں سب سے بڑا اور نمایاں اشتراک جو دونوں تحریروں میں پایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ زیورات جو عورت کی دلکشی بڑھاتے ہیں دونوں کے کردار میں یہ عنصر ملتا ہے کہ دونوں میں کہانی کے کرداروں کو زیورات سے خاصی رغبت ہوتی ہے۔ ان کے حصول کے لیے وہ نقلی زیورات لیتی ہیں۔ نقلی زیورات اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بظاہر کچھ نہ ہو تو اس کی شہرت حاصل کرنے کے لیے وہ نقلی زیورات استعمال میں لاتی ہے۔ دوسری مشترک چیز کہانی کی یہ ہے کہ دونوں تحریروں میں کرداروں کو تھیٹر میں جانے کا شوق ہے جیسے:

"تھیٹر کا شوق اور زیورات کی خواہش ساتھ ساتھ چلتے رہے۔"[۱۰]

ایک موقع پر جب موسیو لینٹن کا شوہر اسے حسن و سادگی پر زور دینے کو کہتا ہے تو اس کی بیوی کا جواب اس طرح سے ہوتا ہے کہ:

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

Why, The dress you wear when we go to the theater it seems very pretty to me[11]

یہی دو چیزیں جن کی وجہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ اسی کہانی کا ترجمہ ہے۔ادبی تراجم کے لیے آزاد ترجمہ کا طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔اور ادبی ترجمہ کرنے کا طریقہ کار سادہ لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے یہ سوچا جائے کہ اس متن کو مصنف ہماری زبان میں لکھتا تو کیسے لکھتا۔اس ترجمہ کو آزادانہ طور پر مترجم نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہمارے سامنے ایک تخلیق تو پیش کی ہے لیکن اصل تحریر کی بہت سی خوبیاں اسی میں مجروح ہو گئی ہیں۔

بقول عبدالمجید سالک ادبی چیزوں کا ترجمہ کرنے میں انتہائی احتیاط اور پابندی ملحوظ رکھنی چاہیے تاکہ اصل فنکار کی تخلیق کی ہوئی مصوری یا معنوی خصوصیت مسخ نہ ہونے پائے۔اصل کے الفاظ کی پیروی،اس کے فقروں کے بانکپن کی حفاظت اور اس کے بیان کی روح،غرض ہر چیز ترجمے میں منعکس ہونی چاہیے۔

عبدالمجید سالک کے قول کی اگر پیروی کرتے ہوئے اس ترجمے کو ترجمے کی نظر سے پرکھا جائے تو یہ ترجمے کے اصول وضوابط پر پورا نہیں اترتا۔موپساں نے غریب طبقے کی خواہشات کو جس طرح سے کہانی میں بیان کیا ہے اس طرح سے ایسی کسی قسم کی صورتحال ہمیں ترجمہ شدہ متن میں دکھائی نہیں دیتی۔اسی حوالے سے انگریزی متن ملاحظہ ہو:

She suffered incessantly, feelings herself born for all delicious and loaned. She suffered from the poverty of her apartment, the shabby walls, the worn chairs, and the faded stuffs. All these things which other women of her station would not have noticed.[12]

اگر اس ترجمے کو ترجمے کی حیثیت سے نہ دیکھا جائے اور مترجم کی تخلیق قرار دیا جائے تو اس کی فنی خصوصیات ابھر کر ہمارے سامنے ضرور آتی ہیں۔اصل کہانی ایک ہار کے گم ہونے کے بعد اس کے لیے کی گئی جدوجہد جس سے اس کی جوانی زائل ہو جاتی ہے صرف ایک غلط فہمی کی بناپر اس کہانی کا المیہ بن جاتا ہے۔

جبکہ ترجمہ شدہ متن ایک نئی کہانی پیدا کرتی ہے۔اس میں ایک نائب سربراہ کی بیٹی ہے۔جو موسیو لینٹن کی بیوی ہے۔یہ ایک خوبصورت حسینہ ہے جو تھیٹر اور نقلی زیورات کا شوق رکھتی ہے۔اپنے گھر کے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرتی ہے۔اور شام ہوتے ہی اپنی سہیلی کے ساتھ تھیٹر پر جاتی ہے لیکن اس کی وفات ہو جاتی ہے۔جس کے بعد اس کا شوہر مالی حالات کی کمزوری کے باعث سوچتا ہے یہ نقلی زیورات بیچ کر کچھ نہ کچھ روپے

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حاصل کر لیے جائیں۔ جب وہ ان زیورات میں سے ایک ہار بیچنے جاتا ہے تو وہ اصلی ہوتا ہے اسی پر پہلے تو اس کے شوہر کو یقین نہیں آتا کہ یہ اتنی مالدار تو نہیں تھی پھر یہ اصلی ہار کیسے اس پر اسی کا خیال اس طرف لے جاتا ہے کہ اس کی بیوی روزانہ شام کو تھیٹر سے واپسی پر زیورات لایا کرتی تھی اس کا مطلب باقی زیورات بھی اصلی ہوں گے۔ جبکہ اس حقیقت حال پر پہنچنے سے قبل ہی کہانی کا اختتام ہو جاتا ہے اور ان زیورات کے بعد موسیو لینٹن دوسری شادی کرلیتا ہے جس کے بعد خوش گوار زندگی بسر کرتا ہے۔

اس ترجمہ شدہ متن میں کہانی کا ایک بڑا اور اہم حصہ غیر ضروری سمجھتے ہوئے ختم کر دیا گیا۔ جبکہ افسانے کا بنیادی حصہ وہی تھا۔

اردو ترجمہ شدہ کہانی کو قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ کیا نتیجہ نکالے جبکہ اصل کہانی میں ایک طویل وقت کے بعد حالات کی ستم ظریفی کھل کر سامنے آتی ہے۔ اور اس کہانی میں مرد اپنی بیوی پر بے جا شک کرنے لگتا ہے۔ جبکہ کہانی میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ اس کی بیوی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ ہار اصلی ہے۔ کیونکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اصلی زیور وہ کبھی بھی اپنے شوہر کے سامنے نہ آنے دیتی۔ افسانے میں اس کا بیان اس طرح سے ملتا ہے اور جا بجا ملتا ہے اس کے دو نمونے یہ ہیں:

"نیکلس کو اپنے آپ پر لپیٹتی، ہاتھ گھما کر ہیروں کی چمک سے اس کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کی کوشش کرتی ہوئی ازراہِ تمسخر پھر سے کہہ اٹھتی "دیکھو تو کس قدر دلکش ہیں۔ قسمیہ کہا جا سکتا ہے کہ اصلی ہیں۔"[۱۳]

ایک اور متن ملاحظہ ہو:

"وہ مراکش کا بنا ہوا چرمی بکس چائے کی بکس پر رکھ دیتی اور مشتاق نظروں سے نقلی ہیروں کا نظارہ کرتی نیکلس بہ اصرار اپنے خاوند کے گلے میں ڈال دیا کرتی اور پھر زوردار قہقہہ لگا کر اٹھتی" اتنے خوبصورت دکھائی دیتے ہو۔"[۱۴]

اگر ترجمہ کرتے ہوئے اردو زبان میں یا جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اس کا متبادل لفظ موجود نہ ہو تو لفظ کو ہو بہو لے لیا جاتا ہے لیکن اس میں دیکھا جائے تو نیکلس جو کہ ترجمہ کرتے ہوئے نیکلس ہی رہا ہے اس کے لیے اردو میں مالا یا ہار کا متبادل موجود ہے۔

اردو ترجمہ شدہ کہانی کو قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ کیا نتیجہ نکالے جبکہ اصل کہانی میں ایک طویل وقت کے بعد حالات کی ستم ظریفی کھل کر سامنے آتی ہے۔ اسی طرح کی صورت حال ہمیں دوسرے دونوں تراجم کے ضمن میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ جیسا کہ طاہر منصور فاروقی نے جس افسانے کا ترجمہ زیورات کے نام سے کیا ہے اس کی کہانی یہی ہے کے وہ حسین اور خوبصورت دوشیزہ جس کا بیاہ کلرک سے ہو جاتا ہے۔ تھیٹر کی شوقین ہے لیکن اس کہانی کو اس طرح سے تبدیل کر دیا گیا ہے کہ اس میں کلرک کی بیوی کا کردار منفی تصویر پیش کرتا ہے اور اس حقیقت حال کے بارے میں اس کے غریب شوہر کو اس وقت پتا چلتا ہے جب اس پر فاقوں کی نوبت آجاتی ہے اور وہ اپنی بیوی کے نقلی زیورات کی قیمت لگواتا ہے تو اس کی زندگی ہی

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

بدل جاتی ہے جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیورات اصلی تھے اور اس کی بیوی نے کس طرح حاصل کیے تھے۔ یہ بھی ترجمے سے ایک نئی کہانی معلوم ہوتی ہے۔ جو ڈاکٹر محمد فرید احمد "ہیروں کا سیٹ نسائی خواہشات کا دلفریب المیہ" میں اس افسانے کے فکر و فن کی بھی نفی کرتی ہے۔

"موپساں کا یہ افسانہ فکری اور فنی اعتبار سے ایک شاہکار تخلیق کا درجہ رکھتا ہے۔ انسانی زندگی کی محرومیاں، خواہشات اور ان خواہشات کی تکمیل کے سلسلے میں نتائج کا سامنا، انسانی زندگی کے ایسے المناک اور نفسیاتی مسائل ہیں جو کسی نہ کسی صورت میں انسان سے ہمیشہ وابستہ رہتے ہیں۔"(۱۵)

اصل کہانی لوزل بورڈ آف ایجوکیشن پیرس میں ایک معمولی کلرک جس کی آمدنی اتنی نہ تھی جس سے وہ اپنی خوبصورت اور باوقار بیوی کو خوش رکھ سکتا جو کہ اعلیٰ طبقہ کی تمام لطافتیں اور آسائشیں رکھنا چاہتی تھی۔ وہ ایک پارٹی میں شرکت کے لیے زیورات اپنی دوست میڈم فورسٹر سے مستعار لیتی ہے۔ یوں کہانی جس میں پارٹی سے واپسی، ہار کا گم ہونا اور ویسا ہی نیا ہار لے کر دینا، یوں مصائب کا آغاز وغیرہ کے ذریعے کہانی آگے بڑھتی ہے ۔ دس سال کے اختتام پر بمعہ سود سارا قرض ادا کرنا مگر حسن و جوانی اپنا شباب کھو دینا وغیرہ اور پھر گمشدہ ہار کے بارے میں حقیقت حال کا علم ہونا۔ افسانے کی حقیقی جان ہے۔ اصل افسانے کی کہانی کے مطالعے کے بعد اس افسانے میں موپساں کے حوالے سے کہے اس قول کی بڑی وضاحت سے پیشکش ملتی ہے۔ جو صباحت مشتاق نے اس ضمن میں کی وہ لکھتے ہیں

موپساں نے انسانی نفسیات خاص طور پر عورت کی نفسیات اور اس کے کردار کی باریکیوں کو عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے۔(۱۶)

اس افسانے میں عورت کے اس کردار کی بڑی بے باکی سے عکاسی ملتی ہے اس ضمن میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ صباحت مشتاق نے موپساں کی افسانہ نگاری اور تخلیقات سے جو ان کا یہ پہلو بیان کیا یہ خاص اہمیت کا حامل ہے اور یہی موپساں کی حقیقت نگاری کا غماز بھی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو عورت کی نفسیاتی خواہشات کی تصویر پیش کرتی ہے۔ شوکت نواز نیازی کا ترجمہ کردہ "ہیروں کا سیٹ" کہانی کی روح کو برقرار رکھتا ہوا نظر آتا ہے جس کی ایک وجہ مترجم کو براہِ راست فرانسیسی زبان سے آگاہی ہے۔ ان کی کتاب میں ان کا تعارف کرواتے ہوئے ناشر نے لکھا ہے:

"پاکستان میں فرانسیسی زبان کی ترویج میں ان کی خدمات کے اعتراف میں بین الاقوامی ادارہ برائے فرانسیسی زبان اور سفارت خانہ نے ۲۰۰۷ میں انہیں Grand Prix de LA Francophonie سے نوازا۔ ان کے تمام تراجم فرانسیسی زبان سے براہِ راست اردو ترجمہ ہیں۔"(۱۷)

کسی دوسری زبان سے ترجمہ کرنا ایک مشکل امر ہے اس کے لیے زبان پر دسترس ہونا لازمی ہے اور اس زبان کے قواعد سے واقفیت ہونا بھی لازم ہے۔ نثری تراجم، منظوم تراجم کی نسبت آسان ہوتے ہیں کیونکہ اس میں وزن، قافیہ و ردیف کی پابندی نہیں ہوتی۔ تراجم لفظ بہ لفظ ہوتے ہیں یا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔ منظوم تراجم میں اگر لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا جائے تو شعر کے معنی واضح نہیں ہوتے۔ ان تراجم میں لفظی اور مفہومی دونوں تراجم کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اس مقالے میں ہمارا سروکار نثری ترجمے سے تھا جو قدرے آسان ضرور ہے مگر اس میں بھی تمام اصول وضوابط کا خیال رکھنا بالخصوص صنفی خصوصیات کا خیال رکھنا وغیرہ ترجمہ کرتے ہوئے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ان تراجم کے موازنے سے چند خصائص ہمارے سامنے آتے ہیں جو موپساں کے شہر آفاق افسانے کے تراجم کے ضمن میں اہمیت کے حامل ہیں۔ نظیر صدیقی مضمون "اردو میں عالمی ادب کے ترجمے" کی ذیل میں لکھتے ہیں:

> موپساں اور چیخوف افسانہ نگاری کے دو بڑے مکاتب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں کے مزاج، موضوعات اور فنی طریق کار ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔۔۔ افسانہ خود اردو ادب کے مضبوط ترین پہلوؤں میں سے ہے۔ اردو کے منتخب افسانے ترجمے کے ذریعے دنیا کے مختلف ملکوں تک پہنچ رہے ہیں اردو میں بھی دنیا کے بہت اچھے افسانوں کے ترجمے آچکے ہیں لیکن ابھی کئی عظیم افسانے ایسے ہیں جن کو اردو زبان میں لانا باقی ہے۔ ترجمے کو تخلیق کا درجہ نہیں دیا جا سکتا لیکن ترجمے کی غیر معمولی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۸)

اردو میں مغربی افسانوں کے ترجمے بہت ہو چکے ہیں اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح زیر مطالعہ موضوع کے حوالے سے تراجم میں بہت سی مماثلتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر ایک ہی کہانی کے مختلف تراجم مختلف کہانی کے ساتھ عالمی ادب کے تراجم میں سوالیہ نشان ہیں۔ ان مترجموں نے محنت وکاوش کا مظاہرہ کیا ہے اور ترجمے کا حق ادا کرنے کی کوشش کی لیکن ان کے موازنے سے اندازہ لگا جاسکتا ہے کہ یہ محض ترجمہ در ترجمہ ہے۔ جس سے موپساں کی حقیقت نگاری کی واضح تصویر اجاگر کرنا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ترجمہ کرتے ہوئے ممکنہ حد تک اصل متن سے ترجمہ کیا جانا چاہیے اور ایسے شخص کو ترجمہ کرنا چاہیے جو دوسری زبان اس کے رموز وغیرہ سے واقف ہو تب ہی ترجمے کا حق ادا ہو سکے گا۔ انگریزی ترجمے سے ترجمہ کرتے ہوئے بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسے ترجمے کو منتخب کیا جائے جس کے بارے یقین ہو کہ وہ دوسری زبان کو نہ صرف سمجھتا تھا بلکہ اس ضمن میں اس کی کاوشیں کس حد تک ادبی دنیا میں اہمیت کی حامل تھی۔ مختصر یہ کہ مترجم کا دونوں زبانوں (source language or target language) پر مکمل عبور ہونا چاہیے اور نہ صرف عبور لازم ہے بلکہ دونوں زبانوں کے کلچر اور تہذیبی ارتقا سے واقفیت ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ اسی صورت میں ہم کسی بہترین اور قابل قبول ترجمے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ جس طرح محقق میں تحقیق کے لیے تمام اوصاف کا ہونا ضروری ہیں جو اس کی تحقیق کو مستند بناتی ہے اسی طرح مترجم میں بھی ان تمام تر خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ طاہر منصور فاروقی، موپساں کے بے مثال افسانے، ترتیب وانتخاب الحمرا پبلی کیشنز ۲۰۰۶، ص ۱۲
۲۔ ایضاً ص ۱۳
۳۔ http://www.adbiduniya.com/2016/01/manto.and.french.literature.html,1.dec,2019
۴۔ احمد عقیل روبی، علم ودانش کے معمار، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء ص ۳۷۹

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۵۔طاہر منصور فاروقی،موپساں کے بے مثال افسانے،ص ۹

۶۔شہناز کوثر،مرتب،عالمی کلاسیک،اورینٹ پبلشرز،لاہور،۲۰۰۱ءص ۱۲۶

۷۔شوکت نواز نیازی،(ترجمہ وترتیب)پینتیس شامیں موپساں کے ساتھ،سٹی بک پوائنٹ،۲۰۱۸،فلیپ

۸۔مرزاحامد بیگ،ڈاکٹر،فن ترجمہ کے اصول مبادی،مشمولہ،فن ترجمہ کاری،مباحث،مرتبہ ڈاکٹر ثوبیہ سلیم،محمد صفدر رشید،ادارہ فروغ قومی زبان،۲۰۱۲ص ۱۸۶

۹۔مرزاحامد بیگ،ڈاکٹر کتابیات تراجم(علمی کتب)مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۶ص ۱۱

۱۰۔مرتضی عادل،ڈاکٹر،مترجم،نقلی ہیرے،مشمولہ،عالمی افسانے،مرتب ڈاکٹر آصف ریاض قدیر،نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۵ص ۲۳

۱۱۔ Guy De Maupassant, The Necklace , A selection of short stories, compiled, Dr.Nasim Riaz, The Caravan book house,year.p.112

۱۲۔ایضاًص۔۱۱۴

۱۳۔مرتضی عادل،ڈاکٹر،مترجم،نقلی ہیرے،ص ۲۴

۱۴۔ایضاًص ۲۵

۱۵۔محمد فرید احمد،ڈاکٹر،(مرتب)عالمی کلاسیک(منتخب افسانے اور تنقیدی مضامین)،روشن پبلی کیشنز،فیصل آباد،۲۰۱۹،ص ۱۷۵

۱۶۔صباحت مشتاق،عالمی ادب کے نمایاں اردو تراجم،پورب اکادمی اسلام آباد،۲۰۱۶ءص ۱۷

۱۷۔ناشر،ژاں پال سارتر،چارشاہکار کھیل،مترجم،شوکت نواز نیازی،سٹی بک پوائنٹ،کراچی،۲۰۱۹،تعارف

۱۸۔نظیر صدیقی،اردو میں عالمی ادب کے تراجم،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،۱۹۹۹ء،ص ۳۱

کتابیات

بنیادی ماخذ:

شوکت نواز نیازی،(ترجمہ وترتیب)پینتیس شامیں موپساں کے ساتھ،سٹی بک پوائنٹ،۲۰۱۸

طاہر منصور فاروقی،موپساں کے بے مثال افسانے،ترتیب وانتخاب الحمرا پبلی کیشنز ۲۰۰۶

مرتضی عادل،ڈاکٹر،مترجم،نقلی ہیرے،مشمولہ،عالمی افسانے،مرتب ڈاکٹر آصف ریاض قدیر،نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۵

Guy De Maupassant, The Necklace, A selection of short stories, compiled, Dr.Nasim Riaz, The Caravan book house, year.

ثانوی ماخذ:

احمد عقیل روبی،علم ودانش کے معمار،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۲۰۱۱ء

ثوبیہ سلیم،ڈاکٹر،محمد صفدر رشید،مرتب،فن ترجمہ کاری،ادارہ فروغ قومی زبان،۲۰۱۲

شوکت نواز نیازی،مترجم،ژاں پال سارتر،چارشاہکار کھیل،سٹی بک پوائنٹ،کراچی،۲۰۱۹

شہناز کوثر،مرتب،عالمی کلاسیک،اورینٹ پبلشرز،لاہور،۲۰۰۱ء

صباحت مشتاق،عالمی ادب کے نمایاں اردو تراجم،پورب اکادمی اسلام آباد،۲۰۱۶ء

محمد فرید احمد،ڈاکٹر،(مرتب)عالمی کلاسیک(منتخب افسانے اور تنقیدی مضامین)،روشن پبلی کیشنز،فیصل آباد،۲۰۱۹

مرزاحامد بیگ،ڈاکٹر کتابیات تراجم(علمی کتب)مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۶

نظیر صدیقی،اردو میں عالمی ادب کے تراجم،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،۱۹۹۹ء